سُندُسٍ وَّاِستَبرَقٍ ، یہ دونوں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں، سُندس رقیق ریشم کا کپڑا ہے اور استبرق دبیز ریشم کا۔

وَزَوَّجنٰھُم بِحُورٍ عِینٍ ، تزویج کے معنی اصل میں ہیں دو کسی کو کسی کا جوڑ قرار دیدینا" بعد میں یہ لفظ نکاح کرانے کے معنی میں بکثرت استعمال ہونے لگا ہے۔ اس جگہ اسکے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جنتی مردوں کا حورِ عین سے باقاعدہ عقدِ نکاح کرادیا جائے گا، اور اگرچہ جنت میں کوئی شخص احکام کا مکلف نہیں ہوگا لیکن یہ عقدِ نکاح بطور اعزاز و اکرام کے ہوگا اسلئے کوئی اشکال نہیں، اور اگر پہلے معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حورِ عین کو جنتی مردوں کا جوڑا قرار دیدیا جائے گا، اور وہ جنتی عورتیں بطور ہبہ انھیں عطا کردی جائیں گی اور اس کے لئے دُنیا کی طرح عقدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی۔

لَا یَذُوقُونَ فِیھَا المَوتَ اِلَّا المَوتَۃَ الاُولٰی ، مطلب یہ ہے کہ جو موت ایک مرتبہ آچکی بس وہ آچکی، اسکے بعد کوئی موت ان پر نہیں آئے گی۔ اور یہ بات اگرچہ اہلِ جہنم کو بھی حاصل ہوگی، لیکن ظاہر ہے کہ وہ اُن کے لئے اور زیادہ تکلیف کا سبب ہوگی اور اہلِ جنت کیلئے سرور و کیف میں اضافے کا باعث۔ کیونکہ نعمت خواہ کتنی بڑی ہو اسکے زوال کا تصور لازماً کدورت کا سبب ہوتا ہے اور اہلِ جنت جب یہ تصور کریں گے کہ یہ نعمتیں کبھی ہم سے نہیں چھنیں گی تو اس سے ان کی مسرتوں میں اضافہ ہوگا۔

الحمدللہ کہ آج بتاریخ ۶ رجب ۱۳۹۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت نمازِ عشاء سورۂ دخان کی تفسیر مکمل ہوئی
وللہ الحمد اوّلاً و آخراً وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وعلیٰ آلہ واصحابہم اجمعین



# سُورَۃُ الجَاثِیَۃ

سُورَۃُ الجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سَبعٌ وَّثَلٰثُونَ اٰیَۃً وَّاَربَعُ رُکُوعَاتٍ

سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں سینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنزِیلُ الکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ العَزِیزِ الحَکِیمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی
اُتارنا کتاب کا ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمتوں والا بیشک
السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ لَاٰیٰتٍ لِّلمُؤمِنِینَ ﴿۳﴾ وَفِی خَلقِکُم وَمَا
آسمانوں میں اور زمین میں بہت نشانیاں ہیں ماننے والوں کے واسطے اور تمہارے بنانے میں اور
یَبُثُّ مِن دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَومٍ یُّوقِنُونَ ﴿۴﴾ وَاختِلَافِ الَّیلِ
جسقدر پھیلا رکھے ہیں جانور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں اور بدلنے میں رات
وَالنَّھَارِ وَمَآ اَنزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِن رِّزقٍ فَاَحیَا بِہِ
دن کے اور وہ جو اُتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر زندہ کردیا
الاَرضَ بَعدَ مَوتِھَا وَتَصرِیفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَومٍ یَّعقِلُونَ ﴿۵﴾
اُس سے زمین کو اسکے مرجانے کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں
تِلکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتلُوھَا عَلَیکَ بِالحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیثٍ بَعدَ
یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سُناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک پھر کونسی بات کو اللہ اور
اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤمِنُونَ ﴿۶﴾ وَیلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیمٍ ﴿۷﴾ یَّسمَعُ
اُس کی باتوں کو چھوڑ کر مانیں گے خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کے لئے کہ سُنتا ہے
اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتلٰی عَلَیہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُستَکبِرًا کَاَن لَّم یَسمَعھَا فَبَشِّرہُ
باتیں اللہ کی کہ اسکے پاس پڑھی جاتی ہیں، پھر ضد کرتا ہے غرور سے گویا سُنا ہی نہیں، سو خوشخبری سُنادے

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَا ۣاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ
اس کو ایک عذاب دردناک کی، اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی، اس کو ٹھہرائے ٹھٹھا

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۹ۭ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا یُغْنِیْ
ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے پرے اُن کے دوزخ ہے اور کام نہ آئے گا

عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَاۗءَ ۚ
انکے جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوائے رفیق

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۰ۭ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ
اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے یہ سمجھا دیا اور جو منکر ہیں اپنے رب کی باتوں سے

لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۱۱ۧ
انکے لئے عذاب ہے ایک بلا کا دردناک

## خلاصۂ تفسیر

حٰمٓ، یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے (اور جب یہ ایسی کتاب ہے تو اسکے مضامین کو خوب توجہ سے سُننا چاہیئے، چنانچہ اس مقام پر ایک مضمون تو توحید کا ہے جسکا بیان یہ ہے کہ) آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت سے دلائل (قدرت اور توحید کے) ہیں اور (اسی طرح) خود تمھارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو (زمین پر) پھیلا رکھا ہے (نیز) دلائل (قدرت و توحید) ہیں اُن لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے جو یقین رکھتے ہیں اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور (اسی طرح) اُس (مادّہ) رزق میں جس کو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے اُتارا (مراد بارش ہے) پھر اُس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اسکے خشک ہوئے پیچھے اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں (باعتبار سمت اور کیفیت کے کہ کبھی پُروا ہے کبھی پچھوا، کبھی گرم ہے، کبھی سرد۔ غرض ان سب چیزوں میں) دلائل (قدرت و توحید موجود) ہیں اُن لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں (اس سے توحید پر استدلال کا طریقہ پارہ دوم اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ میں گزر چکا ہے اور دوسرا مضمون نبوّت کا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سُناتے ہیں (جس سے نبوّت ثابت ہوتی ہے لیکن اتنی بڑی دلیل معجزے کے باوجود بھی اگر یہ لوگ نہیں مانتے) تو پھر اللہ اور اس کی (ایسی) آیتوں کے بعد اور کونسی بات (اس سے بڑھ کر ہوگی جس) پر یہ لوگ ایمان لاویں گے (اور تیسرا مضمون آخرت کا ہے جس میں ان مخالفین حق کو سزا بھی ہوگی جسکا بیان یہ ہے کہ) بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے



لئے جو (عقائد سے متعلق اقوال میں) جھوٹا ہو (اور اعمال میں) نافرمان ہو جو (باوجودیکہ) خدا کی آیتوں کو سُنتا (بھی) ہے جبکہ وہ اسکے روبرو پڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اسنے ان (آیتوں) کو سُنا ہی نہیں، سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خبر سُنا دیجئے (اور اُس شخص کی شرارت کا یہ حال ہے کہ) جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اسکی ہنسی اُڑاتا ہے ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلّت کا عذاب (ہونیوالا) ہے (مطلب یہ کہ جن آیتوں کو تلاوت میں سُنتا ہے انکی بھی تکذیب کرتا ہے اور جن آیتوں کی ویسے ہی خبر سُن لیتا ہے انکی بھی تکذیب کرتا ہے غرض تکذیب آیات میں بہت بڑھا ہوا ہے، آگے اُس عذاب کی تعیین ہے یعنی) انکے آگے جہنّم (آرہا) ہے اور (اُس وقت) نہ تو انکے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دُنیا میں) کما گئے تھے (اسمیں اموال اور اعمال سب آگئے) اور نہ وہ (کام آویں گے) جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہوگا (اور وجہ اس عذاب کی یہ ہے کہ) یہ قرآن سرتاسر ہدایت (اور واجب التسلیم) ہے اور (اس کا مقتضا یہی ہے کہ) جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

## معارف ومسائل

یہ پوری سورت مکّی ہے، صرف ایک قول یہ ہے کہ آیت قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ مدنی ہے اور باقی مکّی، لیکن جمہور کے قول کے مطابق پوری سورت قبل الہجرۃ ہی نازل ہوئی ہے اور دوسری مکّی سورتوں کی طرح اسکا بنیادی مضمون عقائد ہی کی اصلاح ہے، چنانچہ اسمیں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد ہی کو مختلف طریقوں سے مدلل کیا گیا ہے، خاص طور سے آخرت کے اثبات کے دلائل، منکرین کے شبہات اور دہریوں کی تردید اس میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ، ان آیات سے توحید کا اثبات مقصود ہے۔ اس سے ملتی جلتی آیتیں دوسرے پارے کے رکوع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ میں گزر چکی ہیں، وہیں ان کی مفصل تفسیر مذکور ہے اور یہ بھی کہ ان چیزوں سے توحید کیونکر ثابت ہوتی ہے دونوں مقامات میں عنوان کا جو تھوڑا فرق ہے اس سے متعلق نکات اہل علم امام رازی کی تفسیر کبیر میں دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہاں کائنات کی مختلف نشانیاں بیان فرما کر ایک جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اسمیں "ایمان لانے والوں کے لئے" نشانیاں ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "یقین کرنے والوں کے لئے" نشانیاں ہیں اور تیسری جگہ ارشاد ہے کہ "عقل رکھنے والوں" کے لئے نشانیاں ہیں اسمیں اسلوب کے تنوع کے علاوہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان نشانیوں سے پورا فائدہ تو وہی اُٹھا سکتے ہیں جو ایمان لے آئیں۔ دوسرے نمبر پر یہ اُن لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں جو خواہ فوراً

ایمان نہ لائیں لیکن انکے دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ یہ چیزیں توحید پر دلالت کر رہی ہیں کیونکہ یہ یقین کسی نہ کسی دن ایمان کا سبب بن سکتا ہے اور تیسرے درجہ میں اُن لوگوں کے لئے مفید ہیں جو خواہ فی الحال نہ مومن ہوں نہ یقین رکھنے والے لیکن عقل سلیم رکھتے ہوں اور ان میں بصیرت کے ساتھ غور کریں۔ کیونکہ عقل و بصیرت کے ساتھ جب بھی ان نشانیوں پر غور کیا جائے گا، بالآخر اس سے ایمان و یقین ضرور پیدا ہو کر رہے گا۔ ہاں جو لوگ عقل سلیم نہ رکھتے ہوں یا ان معاملات میں عقل کو تکلیف دینا ہی گوارا نہ کریں ان کے سامنے ہزار دلائل پیش کر لیجئے سب ناکافی رہیں گے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ، (بڑی خرابی ہوگی اس شخص کے لئے جو جھوٹا اور نافرمان ہو) اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد روایات ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، بعض میں ہے کہ حارث بن کلدہ کے بارے میں، اور بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ابوجہل اور اسکے اصحاب ہیں (قرطبیؒ) اور درحقیقت قرآنی مفہوم کی تشریح کے لئے کسی ایک شخص کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں "کل" کا لفظ بتا رہا ہے کہ خواہ نزولِ آیت کے پس منظر میں یہ تینوں افراد ہوں لیکن مراد ہر وہ شخص ہے جو ان جیسی صفات کا حامل ہو۔

مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ، "وراء" کا لفظ عربی میں "پیچھے" کے لئے زیادہ اور "سامنے" کیلئے کم استعمال ہوتا ہے لیکن اکثر مفسرین نے یہاں "سامنے" کے معنی قرار دیئے ہیں۔ چنانچہ خلاصۂ تفسیر میں ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے البتہ بعض مفسرین نے "پیچھے" کے معنی لئے ہیں اور مطلب یہ قرار دیا ہے کہ دنیا میں وہ جس نخوت و تکبر کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اسکے پیچھے یعنی بعد میں جہنم آنیوالی ہے (قرطبیؒ)

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ

اللہ وہ ہے جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو کہ چلیں اسمیں جہاز اسکے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو اسکے

فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

فضل سے اور تاکہ تم حق مانو اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ

زمین میں سب کو اپنی طرف سے، اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں کہدے

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا

ایمان والوں کو درگزر کریں اُن سے جو اُمید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ وہ سزا دے

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ

ایک قوم کو بدلا اسکا جو کماتے تھے، جس نے بھلا کام کیا تو اپنے واسطے اور جس نے بُرا کیا



فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

سو اپنے حق میں، پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے

# خلاصۂ تفسیر

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے دریا کو مسخر (قدرت) بنایا تاکہ اُسکے حکم سے اسمیں کشتیاں چلیں اور تاکہ (ان کشتیوں میں سفر کر کے) تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ (وہ روزی حاصل کر کے) تم شکر کرو اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں، ان سب کو اپنی طرف سے (یعنی اپنے حکم اور فضل سے) مسخر (قدرت) بنایا (تاکہ تمہارے منافع کا سبب ہو) بیشک ان باتوں میں اُن لوگوں کے لئے دلائل (قدرت) ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں (اور کفار کی شرارتوں پر بعض اوقات مسلمانوں کو غصہ آجایا کرتا تھا، آگے ان کو درگزر کرنے کا حکم ہے) آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو خدا تعالیٰ کے معاملات (یعنی آخرت کی جزا و سزا) کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) انکے (اس) عمل (نیک) کا (اچھا) صلہ دے (کیونکہ وہاں کا قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع (و ثواب) کے لئے (کرتا ہے) اور جو شخص بُرا کام کرتا ہے اسکا وبال اُسی پر پڑتا ہے پھر (سب نیک و بدکام کرنے کے بعد) تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے (پس وہاں تم کو تمہارے اچھے اعمال و اخلاق کا بہترین صلہ اور تمہارے مخالفین کو ان کے کفر و معاصی پر بدترین سزا دی جائیگی، لہٰذا تم کو یہاں درگزر ہی مناسب ہے)۔

# معارف و مسائل

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ (تا) وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ، قرآن کریم میں فضل تلاش کرنے سے مراد عموماً کسبِ معاش کی جدوجہد ہوتی ہے۔ یہاں اسکا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں سمندر میں کشتی رانی پر اس لئے قدرت دی گئی تاکہ اسکے ذریعہ تم تجارت کر سکو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فضل تلاش کرنے کا کشتی رانی سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ یہ تسخیر بحر کی ایک مستقل قسم ہو، اور مطلب یہ ہو کہ سمندر میں ہم نے بہت سی نفع بخش چیزیں پیدا کر کے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اُنھیں تلاش کر کے نفع اُٹھاؤ۔ چنانچہ جدید سائنس کی رُو سے یہ معلوم ہے کہ سمندر میں اسقدر معدنی ذخائر اور زمین کی پوشیدہ دولتیں ہیں کہ اتنی خشکی میں بھی نہیں ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ، (آپ ایمان والوں سے

فرما دیجئے کہ اُن لوگوں سے درگزر کریں جو خدا تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے) اس آیت کے شانِ نزول میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ مکہ مکرمہ میں کسی مشرک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ پر دشنام طرازی کی تھی، حضرت عمرؓ نے اسکے بدلے میں اُسے کچھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمایا، اسپر یہ آیت نازل ہوئی اس روایت کے مطابق یہ آیت مکی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ غزوۂ بنو المصطلق کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے مُریسیع نامی ایک کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا منافقین کا سردار عبد اللہ بن اُبَی بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا، اُسنے اپنے غلام کو کنویں سے پانی بھرنے کے لئے بھیجا، اُسے واپسی میں دیر ہوگئی۔ عبد اللہ بن اُبَی نے وجہ پوچھی تو اُسنے کہا کہ حضرت عمرؓ کا ایک غلام کنویں کے ایک کنارے پر بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کسی کو اسوقت تک پانی بھرنے کی اجازت نہیں دی جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے مشکیزے نہیں بھر گئے۔ اس پر عبد اللہ بن اُبَی نے کہا کہ "ہم پر اور ان لوگوں پر تو وہی مثل صادق آتی ہے سمّن کلبك یأکلك (اپنے کتے کو موٹا کرو تو وہ تم کو کھا جائے گا)" حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ تلوار سنبھالکر عبد اللہ بن اُبَی کیطرف چلے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس روایت کے مطابق یہ آیت مدنی ہے (قرطبی رُوح المعانی) ان روایتوں کی اسنادی تحقیق سے اگر دونوں کی صحت ثابت ہو تو دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ دراصل یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی، پھر جب غزوۂ بنو المصطلق کے موقع پر اُسی سے ملتا جلتا واقعہ پیش آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اُس موقع پر بھی تلاوت فرما کر واقعہ کو اس پر بھی منطبق فرمایا۔ اور شانِ نزول کی روایات میں ایسا بکثرت ہوا ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یاد دہانی کے لئے غزوۂ بنو المصطلق کے واقعہ میں دوبارہ یہ آیت لے آئے ہوں کہ یہ موقع اس آیت پر عمل کرنے کا ہے۔ اصولِ تفسیر کی اصطلاح میں اسے "نزولِ مکرر" کہا جاتا ہے اور آیت میں اَیَّامَ اللّٰہِ کے لفظ سے مراد بیشتر مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے وہ معاملات ہیں جو وہ آخرت میں انسانوں کے ساتھ کرے گا یعنی جزا وسزا۔ کیونکہ "ایام" کا لفظ "واقعات ومعاملات" کے معنی میں عربی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

یہاں دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ بات یُوں بھی کہی جا سکتی تھی کہ "آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ مشرکین سے درگزر کریں" اسکے بجائے کہا یُوں گیا ہے کہ "ان لوگوں سے درگزر کریں، جو خدا تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے" اس سے شاید اس بات کیطرف اشارہ ہو کہ ان لوگوں کو اصل سزا آخرت میں دیجائیگی اور چونکہ یہ لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اسلئے یہ سزا ان کے لئے غیر متوقع اور اچانک ہوگی، اور غیر متوقع تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے اسلئے انکو پہنچنے والا عذاب بہت سخت ہوگا اور اسکے ذریعہ ان کی تمام بدعنوانیوں کا پُورا پُورا بدلہ لے لیا جائیگا



دنیا میں آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان کی گرفت کی فکر نہ کیجئے۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا حکم جہاد کے احکام نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو گیا لیکن بیشتر محقق مفسرین کا کہنا ہے کہ آیت کا جہاد کے حکم سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو عام معاشرت میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا انتقام نہ لینے کی تعلیم ہے جو ہر زمانے کے لئے عام ہے اور آج بھی اسکا حکم باقی ہے۔ لہٰذا اسے منسوخ قرار دینا درست نہیں، خصوصاً اگر اسکا شانِ نزول غزوۂ بنو المصطلق کا واقعہ ہو تو آیاتِ جہاد اسکے لئے ناسخ نہیں بن سکتیں کیونکہ آیاتِ جہاد اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ
اور ہم نے دی بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ⑯ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ
ستھری چیزیں اور بزرگی دی اُن کو جہان پر اور دیں اُن کو کھلی باتیں دین
الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ
کی پھر اُنھوں نے پھوٹ جو ڈالی تو سمجھ آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑰
بیشک تیرا رب فیصلہ کریگا اُن میں قیامت کے دن جس بات میں وہ جھگڑتے تھے
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ
پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے سو تو اسی پر چل اور مت چل خواہشوں
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑱ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَ
پر نادانوں کی وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی اور
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑲
بے انصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے ڈرنے والوں کا
هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ⑳
یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور راہ کی اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین لاتے ہیں

## خُلاصۂ تفسیر

اور (نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اسکا انکار کیا جائے، چنانچہ اس کے قبل) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (یعنی علم احکام) اور نبوت دی تھی (یعنی اُن میں انبیاء پیدا کئے تھے) اور

ہم نے اُن کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں (اس طرح کہ میدانِ تیہ میں من وسلویٰ نازل کیا اور ان کو ملک شام کا مالک بنایا جو برکاتِ ارضیہ کا معدن ہے) اور ہم نے (بعض اُمور میں مثلاً سمندر کو چیر دینا، ابر کا سایہ کرنا وغیرہ) ان کو دُنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں (یعنی اُن کو بڑے صریح معجزات دکھلائے، غرض حسّی، معنوی، علمی ہر طرح کی نعمتیں دیں) سو (چاہئیے تو یہ تھا کہ خوب اطاعت کرتے مگر) انھوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضد اضدی کے (جسکا بیان پارہ دوم رکوع سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ میں ہو چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو علم اختلافات ختم کرنے کا سبب ہونا چاہیئے تھا انھوں نے نفسانفسی کی وجہ سے اُلٹا اسے اختلاف کا موجب بنالیا، سو) آپ کا رب اُن کے آپس میں قیامت کے روز اُن اُمور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے، پھر (بنی اسرائیل میں دورِ نبوت ختم ہونے کے بعد) ہم نے آپ کو (نبوت دی اور آپ کو) دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا، سو آپ اُسی طریقے پر چلے جائیے (یعنی عمل میں بھی اور تبلیغ میں بھی) اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے (یعنی ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ تبلیغ ترک کر دیں اور اسی لئے یہ طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں تاکہ آپ تنگ ہو کر تبلیغ چھوڑ دیں، سو آپ سے گو یہ احتمال نہیں مگر امرِ تبلیغ کے اہتمام کے لئے آپ کو پھر اسکا حکم ہوتا ہے۔ آگے اسی طرز پر اس حکم کی علت فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ خدا کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے (پس ان کا اتباع نہ ہونے پائے) اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں (اور ایک دوسرے کا کہنا مانتے ہیں) اور اللہ دوست ہے اہلِ تقویٰ کا (اور اہلِ تقویٰ اسی کا کہنا مانا کرتے ہیں۔ سو جب آپ ظالم نہیں ہیں بلکہ سردارِ متقین ہیں تو آپ کو انکی اتباع سے کیا نسبت؟ البتہ احکامِ الٰہی کی اتباع سے خاص نسبت ہے، غرض آپ صاحبِ نبوت و شریعتِ حقّہ ہیں اور) یہ قرآن (جو آپ کو ملا ہے یہ) عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت (کا سبب) ہے۔

## معارف ومسائل

ان آیات کا موضوع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات ہے اور اسکے ضمن میں کفار کی ایذا رسانیوں پر آپ کی تسلی بھی فرمائی گئی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ الخ یہاں تک کے مضمون آیات سے دو باتیں مستفاد ہوئیں، ایک تو بنی اسرائیل کو کتاب و نبوت دینے سے آپ کی نبوت کی تائید، دوسرے آپ کی تسلی کہ بنی اسرائیل کو اختلاف کی جو وجہ پیش آئی تھی وہی آپ کی قوم کو آپکے ساتھ اختلاف کرنے میں پیش آئی ہے یعنی محبتِ دُنیا اور حسد و نفسانیت۔ یہ نہیں کہ



آپ کے دلائل میں کچھ کمی ہو پس آپ غم نہ کریں۔ (بیان القرآن)

**پچھلی اُمتوں کی شریعتوں کا حکم ہمارے لئے** ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ (پھر ہم نے آپکو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا) یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئیے کہ دینِ اسلام کے کچھ تو اُصولی عقائد ہیں مثلاً توحید و آخرت وغیرہ اور کچھ عملی زندگی سے متعلق احکام ہیں، جہانتک اُصولی عقائد کا تعلق ہے وہ تو ہر نبی کی اُمت میں یکساں رہے ہیں اور ان میں کبھی ترمیم اور تبدیلی نہیں ہوئی لیکن عملی احکام مختلف انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں آیتِ مذکورہ میں انہی دوسری قسم کے احکام کو "دین کے ایک خاص طریقہ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی وجہ سے فقہاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے لئے صرف شریعتِ محمدیؐ ہی کے احکام واجب العمل ہیں۔ پچھلی اُمتوں کو جو احکام دیئے گئے تھے وہ ہمارے لئے اُسوقت تک واجب العمل نہیں ہیں جب تک قرآن و سُنّت سے اُن کی تائید نہ ہو جائے۔ پھر تائید کی ایک شکل تو یہ ہے کہ قرآن یا حدیث میں صراحۃً یہ فرمایا گیا ہو کہ فلاں نبی کی اُمت کا یہ حکم ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پچھلی اُمت کا کوئی حکم بطور تحسین و مدح بیان فرمائیں اور اسکے بارے میں یہ نہ فرمائیں کہ یہ حکم ہمارے زمانے میں منسوخ ہو گیا ہے اس سے بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم ہماری شریعت میں بھی جاری ہے اور درحقیقت اس حکم کا واجب العمل ہونا بھی اس صورت میں شریعتِ محمدیؐ کا ایک جزء ہونے کی حیثیت ہی سے ہوتا ہے۔ یہاں اتنی بات مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ تفصیلاً اصولِ فقہ کی کتابوں میں کو رہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ

کیا خیال رکھتے ہیں جنھوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے اُن کو برابر ان لوگوں کی جو کہ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا

یقین لائے اور کئے بھلے کام ایک سا ہے اُن کا جینا اور مرنا بُرے دعوے ہیں

يَحْكُمُوْنَ ۝21 وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى

جو کرتے ہیں اور بنائے اللہ نے آسمان اور زمین جیسے چاہئیں اور تاکہ بدلہ پائے

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝22

ہر کوئی اپنی کمائی کا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا

## خُلاصۂ تفسیر

یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ جو بُرے بُرے کام (کفر و شرک و ظلم و معصیت) کرتے

(رہتے) ہیں، کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں کے برابر رکھیں گے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ اُن سب کا جینا اور مرنا یکساں ہوجائے (یعنی مؤمنین کا مرنا جینا بایں معنی یکساں ہوجائے کہ جس طرح زندگی میں لذتوں سے بہرہ اندوز نہ ہوئے اسی طرح موت کے بعد بھی محروم رہیں۔ اور اسی طرح کافروں کا مرنا جینا بھی بایں معنی یکساں ہوجائے کہ جیسے اس زندگی میں عذاب اور تکلیفوں سے بچے رہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی عذاب سے مامون رہیں۔ مطلب یہ کہ انکارِ معاد سے یہ لازم آتا ہے کہ اطاعت شعار بندوں کو کہیں اطاعت کا پھل نہ ملے اور مخالفین پر کبھی مخالفت کا وبال نہ پڑے) یہ بُرا حکم لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا (ایک حکمت تو یہ ہے کہ ان عظیم الشان مخلوقات کی تخلیق پر قدرت مشاہدہ میں آجانے سے ہر ذی عقل یہ بھی سمجھ لیگا کہ جو پہلی مرتبہ ان چیزوں کو پیدا کرسکتا ہے وہ اُن کو فنا کرکے دوبارہ بھی اسی طرح موجود کرسکتا ہے جس سے قیامت و آخرت کا وجود ثابت ہوتا ہے) اور (دوسری حکمت یہ ہے کہ) تاکہ ہر شخص کو اسکے کئے کا بدلہ دیا جائے (اور یہ سب جانتے ہیں کہ دُنیا میں پُورا بدلہ ہے نہیں اسلئے آخرت کا ہونا ضروری ہوگیا) اور (اس بدلہ میں) اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا۔

## معارف و مسائل

**عالم آخرت اور اسمیں جزاء و سزا عقلاً ضروری ہیں** مذکورہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت کا حاصل ایک عقلی استدلال ہے روز جزا کے ضروری ہونے پر۔ وہ یہ ہے کہ یہ بات تو ہر شخص کے مشاہدہ میں ہے کسی کو اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ دُنیا میں اچھے بُرے اعمال کا بدلہ پورا نہیں ملتا، بلکہ عام طور سے کفار، فجار، دولتِ دُنیا اور عیش و عشرت میں زندگی گزارتے ہیں اور اللہ کے اطاعت شعار بندے فقر و فاقہ اور مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں۔ اوّل تو دُنیا میں بدکردار مجرموں کے جرم کا علم ہی اکثر نہیں ہوتا، علم بھی ہوگیا تو اکثر پکڑے نہیں جاتے، کبھی پکڑے بھی گئے تو حلال حرام جھوٹ سچ کی پروا کئے بغیر سزا سے بچنے کے راستے ڈھونڈ لیتے ہیں اور سیکڑوں میں کسی ایک کو سزا ہو بھی گئی تو وہ بھی اسکے عمل کی پوری سزا نہیں ہوتی۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے باغی اپنی خواہشات کے پیرو اس دُنیا کی زندگی میں دندناتے پھرتے رہتے ہیں اور بیچارے مومن پابند شریعت بہت سی دولت اور لذتوں کو تو حرام سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور مصائب و آفات سے بچنے کے لئے بھی صرف جائز طریقے اختیار کرتے ہیں اسلئے دنیا میں اُن کا ظاہری راحتوں اور لذتوں سے محروم رہنا ظاہر ہے۔ اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اس دُنیا میں اعمال کی پوری جزا نہیں ملتی تو اب اگر اس دُنیا کے بعد دوسرا عالم آخرت اور اسمیں دوبارہ زندگی اور جزاء و سزا کا نفاذ نہ ہو تو پھر دُنیا میں کسی چوری، ڈاکے، زنا، قتل وغیرہ کو جرم کہنا حماقت کے سوا کیا ہے۔ یہ لوگ تو اکثر دُنیا میں بڑی کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔ ایک چور ڈاکو رات بھر میں اتنی دولت



حاصل کرلیتا ہے جو ایک گریجویٹ سالوں کی ملازمت اور محنت سے حاصل نہیں کرسکتا۔ تو اگر آخرت اور اسکا حساب کتاب کچھ نہو تو اس چور ڈاکو کو اس شریف گریجویٹ سے بہتر اور افضل کہنا پڑے گا جو کوئی ذی عقل گوارا نہیں کرسکتا۔ رہا یہ کہنا کہ ان لوگوں پر دُنیا میں سخت سزائیں ہر حکومت میں مقرر ہیں مگر آجکل کا تجربہ یہ بتلا رہا ہے کہ مجرم صرف وہ پکڑا جاتا ہے جو بے وقوف ہو، ہوشیار عادی مجرم کے لئے سزا سے بچنے کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک رشوت ہی کا چور دروازہ انکے فرار کیلئے کافی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ دُنیا میں کوئی بھلائی بُرائی، نیکی بدی کوئی چیز نہیں، اپنا مطلب جس طرح حاصل ہو وہ عین ثواب ہے مگر اسکا دُنیا میں کوئی قائل نہیں۔ اور جب نیکی بدی کا امتیاز تسلیم کیا جائے تو پھر دونوں کا انجام برابر ہے بلکہ بد اور مجرم نیک سے زیادہ آرام میں رہے اسکی برابر کوئی ظلم نہیں ہوسکتا۔ اسی کو قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجرم اور غیر مجرم دونوں کو دُنیا و آخرت میں برابر کردیا جائے سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ یہ نہایت احمقانہ فیصلہ ہے جبکہ دُنیا میں نیکی بدی کی جزا و سزا پوری نہیں ملتی تو آخرت کی دوسری زندگی اور اسمیں جزا و سزا ہونا لازمی ہے۔ دوسری آیت میں بھی اسی مضمون کی تکمیل کے لئے فرمایا گیا وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ، یعنی ظلم و جور کے مٹانے اور انصاف قائم کرنے کے لئے روز جزا ہونا ضروری ہے۔ رہا یہ شبہ کہ دُنیا ہی میں ہر عمل کا بدلہ اچھا یا بُرا کیوں نہ دیدیا گیا یہ اس حکمتِ تکوینی کے خلاف ہے کہ اس عالم کو حق تعالیٰ نے دارالعمل اور دارالامتحان بنایا ہے دارالجزاء نہیں بنایا۔ واللہ اعلم

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ

بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بھلا دیا اسکو اللہ نے جانتا بوجھتا اور مہر

عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ

لگادی اسکے کان پر اور دل پر اور ڈالدی اسکی آنکھ پر اندھیری پھر کون راہ پر لائے اس کو

بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

اللہ کے سوائے سو کیا تم غور نہیں کرتے اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دُنیا کا

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانے سے اور ان کو کچھ خبر نہیں

عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور جب سُنائی جائیں انکو ہماری آیتیں کھلی کھلی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور کچھ دلیل نہیں اُن کی مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

تو کہہ کہ اللہ ہی جلاتا ہے تم کو پھر مارے گا تم کو پھر اکٹھا کریگا تم کو قیامت کے دن تک

لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳

اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ نہیں سمجھتے

## خلاصۂ تفسیر

سو کیا (توحید و آخرت کے ان واضح بیانات کے بعد) آپ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے (کہ جو دل میں آتا ہے اُسی کے پیچھے چلتا رہتا ہے) اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے (کہ حق کو سُنا اور سمجھا بھی مگر نفسانی خواہش کی پیروی سے گمراہ ہوگیا) اور (خدا تعالیٰ نے) اسکے کان اور دل پر مُہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈالدیا ہے (یعنی نفس پرستی کی بدولت قبولِ حق کی صلاحیت نہایت کمزور ہوگئی) سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے (اسمیں تسلی بھی ہے۔ آگے ان منکرین کو زجر کے طور پر خطاب ہے کہ) کیا تم (ان بیانات کو سنکر) پھر بھی نہیں سمجھتے (یعنی ایسا سمجھنا جو نافع ہو۔ اگرچہ عام معنی کے اعتبار سے سمجھتے تھے) اور یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دُنیاوی زندگی کے اور کوئی زندگی (آخرت میں) نہیں ہے ہم (یہی ایک مرنا) مرتے ہیں اور (یہی ایک جینا) جیتے ہیں (مقصود یہ کہ موت کی طرح زندگی بھی دُنیا ہی کے ساتھ خاص ہے) اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے (مطلب یہ کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتیں خرچ ہوتی رہتی ہیں اور ان اسبابِ طبعیہ سے موت آجاتی ہے اور اسی طرح حیات کا سبب بھی امورِ طبعیہ ہیں پس جب موت و حیات اسبابِ طبعیہ کے تابع ہیں اور اسبابِ طبعیہ آخرت کی زندگی کا تقاضا نہیں کرتے تو آخرت کی زندگی نہ ہوگی) اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں (یعنی اُخروی زندگی کی نفی پر کوئی دلیل نہیں) اور (نہ اہلِ حق کی دلیل کا وہ کچھ جواب دے سکتے ہیں چنانچہ) جسوقت (اس بارہ میں) انکے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں (جو مطلوب ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں) تو ان کا (اس پر) بجز اسکے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (اور اس جواب کے سوا کوئی اور جواب نہیں دے سکتے مثلاً یہ کہ کسی دلیلِ عقلی سے اسکا عقلاً محال ہونا ثابت کر دیتے) آپ (انکے جواب میں) یُوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو (جبتک چاہتا ہے) زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تمکو موت دیگا، پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا



شک نہیں تم کو (زندہ کر کے) جمع کریگا (پس دعویٰ اُس روز میں زندہ کرنے کا ہے اور دُنیا میں مُردوں کو زندہ نہ کرنے سے اُس روز میں زندہ کرنے کی نفی لازم نہیں آتی) لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (اور بلا دلیل حق کا انکار کرتے ہیں)

## معارف و مسائل

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ، یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدا یا معبود نہیں کہتا مگر قرآن کریم کی اس آیت نے یہ بتلایا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے جو شخص خدا کی اطاعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہ ہی اسکا معبود کہلائیگا۔ تو جس شخص کو حلال و حرام اور جائز ناجائز کی پروا نہو، خدا تعالےٰ نے جسکو حرام کہا ہے وہ اسمیں خدا کا حکم ماننے کے بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقۃً وہی اسکا معبود ہوا۔ اسی مضمون کو کسی عارف نے ایک شعر میں کہا ہے ؎

سودہ گشت از سجدۂ راہِ بتاں پیشانیم ✽ چند بر خود تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

اس میں خواہشاتِ نفسانی کو بتوں سے تعبیر کیا ہے جس نے اپنی خواہشات کو ہی امام و مقتدا بنالیا اور انکے پیچھے چلنے لگا تو گویا یہ خواہشات ہی اسکے بت ہیں۔ حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ زیرِ آسمان دُنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کیگئی ہے اُن میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ہوئی ہے یعنی خواہشِ نفسانی۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانشمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مابعد الموت کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اسکی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اسکے باوجود اللہ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا ہے۔ اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحؒ نے فرمایا کہ تمھاری بیماری تمھاری نفسانی خواہشات ہیں۔ ہاں اگر تم ان کی مخالفت کرو تو یہ بیماری ہی تمھاری دوا بھی ہے (یہ سب روایات قرطبی سے لی گئی ہیں)۔

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ، لفظ دہر دراصل اس تمام مدت کے مجموعہ کا نام ہے جو اس عالم کی ابتداء سے انتہا تک ہے، اور کبھی بہت بڑی مدت کو بھی دہر کہدیا جاتا ہے۔ کفار نے یہ قول بطور دلیل کے پیش کیا ہے کہ ہماری موت و حیات کا خدا کے حکم و مشیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اسبابِ طبعیہ کے تابع ہے جسکا مشاہدہ موت کے متعلق تو سب کرتے ہیں کہ اعضاءِ انسانی اور انکی قوتیں استعمال کے سبب گھٹتی رہتی ہیں اور ایک زمانہ دراز گزر جانے کے بعد وہ بالکل معطل ہو جاتی ہیں اسی کا نام موت ہے اسی پر حیات کو بھی قیاس کر لو کہ وہ بھی کسی خدائی حکم سے نہیں بلکہ مادہ کی طبعی حرکتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

**دہر یا زمانے کو بُرا کہنا اچھا نہیں** | کفار و مشرکین زمانے کی گردش ہی کو ساری کائنات اور انکے سارے حالات کی علت قرار دیتے تھے، اور اُسی کیطرف منسوب کرتے تھے جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ درحقیقت یہ سب افعال اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت و ارادے سے ہوتے ہیں، اسی لئے احادیث صحیحہ میں دہر یا زمانے کو بُرا کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ کفار جس قوت کو دہر کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں درحقیقت وہ قوت و قدرت حق تعالیٰ ہی کی ہے اسلئے دہر کو بُرا کہنے کا نتیجہ درحقیقت خدا تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو بُرا نہ کہو کیونکہ دہر درحقیقت اللہ ہی ہے مراد یہ ہے کہ یہ جاہل جس کام کو دہر کا کام کہتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی قوت و قدرت کا کام ہے، دہر کوئی چیز نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دہر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو کیونکہ یہاں مجازاً اللہ تعالےٰ کو دہر کہا گیا ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ
اور اللہ ہی کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن قائم ہوگی قیامت اُس دن خراب ہونگے

الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ
جھوٹے اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل، ہر فرقہ بُلایا جائے اپنے اپنے دفتر کے پاس

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ
آج بدلہ پاؤ گے جیسا تم کرتے تھے یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو لوگ یقین لائے ہیں اور بھلے کام

الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَ
کئے سو اُن کو داخل کریگا اُن کا رب اپنی رحمت میں یہ جو ہے یہی ہے صریح مراد ملنی اور

اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ
جو منکر ہوئے کیا تم کو سُنائی نہ جاتی تھیں باتیں میری پھر تم نے غرور کیا اور ہو گئے

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ
تم لوگ گنہگار اور جب کہئے کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں

فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ
تم کہتے تھے ہم نہیں سمجھتے کیا ہے قیامت ہم کو آتا تو ہے ایک خیال سا اور ہم کو

بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا
یقین نہیں ہوتا اور کھل جائیں اُن پر بُرائیاں اُن کاموں کی جو کئے تھے اور اُلٹ پڑے اُن پر وہ چیز



بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ
جس پر ٹھٹھا کرتے تھے اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے جیسے تم نے بھلا دیا تھا اپنے اُس دن کی

هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ
ملاقات کو اور گھر تمہارا دوزخ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار یہ تم پر اسواسطے کہ تم نے پکڑا اللہ

اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا
کی باتوں کو ٹھٹھا اور بہکے رہے دُنیا کی زندگانی پر سو آج نہ اُن کو نکالنا منظور ہے وہاں سے

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ
اور نہ اُن سے مطلوب ہے توبہ سو اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب

ع ١٤ / ٢٠ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾
سارے جہان کا اور اُسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا

## خُلاصۂ تفسیر

اور (اوپر جو کہا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ تم کو جمع کرے گا" تو اسکو کچھ مشکل نہ سمجھا جائے کیونکہ) اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں (وہ جو چاہے تصرف کرے، پس تمھیں موت کے بعد زندہ کرکے جمع کرنا بھی اسکے لئے کوئی مشکل نہیں) اور جس روز قیامت قائم ہوگی اُس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور آپ (اُس روز) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے، ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال (میں لکھے ہوئے اعمال کے حساب) کیطرف بلایا جائیگا (یہ مطلب ہے نامۂ اعمال کیطرف بُلانے کا، ورنہ نامۂ اعمال تو خود اُنکے پاس ہونگے) اور اُنسے کہا جائیگا کہ) آج تمکو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جائیگا کہ) یہ (نامۂ اعمال) ہمارا (لکھایا ہوا) دفتر ہے جو تمہارے مقابلے میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے (یعنی تمہارے اعمال کو ظاہر کر رہا ہے اور) ہم (دُنیا میں) تمہارے سب اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے (اور یہ اُن ہی کا مجموعہ ہے) سو (حساب کے بعد فیصلہ یہ ہوگا کہ) جو لوگ ایمان لائے تھے اور اُنھوں نے اچھے کام کئے تھے تو ان کو انکا رب اپنی رحمت میں داخل کریگا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے (اُنسے کہا جائیگا کہ) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے (اُنکے قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور (اسوجہ سے) تم بڑے مجرم تھے اور (تمہارا یہ حال تھا کہ) جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ (دوبارہ زندہ کرکے جزا و سزا دینے کا) حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم (نہایت بے پروائی سے) کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے (صرف مُننے سُنانے سے) محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو (اسکا) یقین نہیں اور (اُسوقت) اُن پر اپنے تمام بُرے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ انکو آگھیرے گا اور (اُنسے) کہا جائیگا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں (یعنی رحمت سے محروم کئے دیتے ہیں) جیسا تم نے بھلا

مجاز آگہدیا) جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج سے) تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (کہ اسی میں مشغول ہو کر آخرت سے بالکل غافل بلکہ منکر ہو گئے تھے) سو آج یہ لوگ نہ تو دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جائیگا (یعنی اسکا موقع نہ دیا جائیگا کہ توبہ کر کے خدا کو راضی کرلیں۔ جب یہ تمام مضامین سن لئے) تو (ان سے یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ) تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے (ثابت) ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا (اور آسمان و زمین ہی کی کیا تخصیص ہے وہ تو) پروردگار ہے تمام عالم کا اور اسی کو بڑائی ہے (جسکا ظہور آثار و علامات سے) آسمان و زمین میں (ہو رہا ہے) اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

## معارف و مسائل

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً، جثو سے مشتق ہے جس کے معنی گھٹنوں کے بل بیٹھنے کے ہیں اور حضرت سفیانؒ نے فرمایا، جثو اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ جس میں زمین پر صرف گھٹنے اور پاؤں کے پنجے ٹک جائیں، اس طرح کی نشست ہول اور خوف کی وجہ سے ہوگی۔ اور ظاہر كُلَّ اُمَّةٍ کے لفظ سے یہ ہے کہ یہ صورت خوف تمام اہل محشر مومن کافر نیک و بد سب کو پیش آئے گی اور بعض دوسری آیات اور روایات میں جو محشر کے خوف و فزع سے انبیاء و صلحاء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے یہ اسکے منافی نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ دہشت و خوف تھوڑی مدت کے لئے انبیاء و صلحاء پر بھی طاری ہو مگر تھوڑی دیر قلیل ہونے کی بنا پر اسکو نہ ہونے کے حکم میں رکھا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ كُلَّ اُمَّةٍ سے مراد عام اہل محشر نہ ہوں بلکہ اکثر مراد ہوں جیسا کہ لفظ کل بعض اوقات اکثر کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات مفسرین نے جاثیہ کے معنے ایسی نشست کے کئے ہیں جیسے نماز میں ہوتی ہے تو پھر وہ اشکال خود ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ نشست خوف کی نہیں ادب کی نشست ہے۔ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا، کتاب سے مراد اس جگہ اکثر مفسرین کے نزدیک وہ نامۂ اعمال ہے جو فرشتے دنیا میں لکھتے رہے تھے اور اب محشر میں یہ صحائف اعمال اڑا دیئے جائیں گے ہر ایک آدمی کا نامۂ اعمال اسکے ہاتھ میں پہنچ جائیگا اور اس سے کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا یعنی اپنا نامۂ اعمال پڑھ لو اور خود ہی حساب لگا لو کہ تمہیں ان اعمال کا کیا بدلہ ملنا چاہیئے۔ اور اس اعمال نامہ کیطرف بلانے کا مطلب اسکے حساب کیطرف بلانا ہے جیسا کہ خلاصۂ تفسیر میں آچکا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تمت سورة الجاثية لحادي عشر من رجب ۱۳۹۲ھ یوم الثلثاء ولله الحمد والمنة



# سُوْرَةُ الْاَحْقَاف

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

اتارنا کتاب کا ہے اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہم نے جو بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ

اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے سو ٹھیک کام پر اور ایک ٹھہرے وعدہ پر اور جو لوگ منکر ہیں وہ

اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ

ڈر کی بات سے منہ پھیر لیتے ہیں تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو

مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ

انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب

مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ

اس سے پہلے کی یا کوئی علم جو چلا آتا ہو اگر ہو تم سچے اور اس سے

اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ

زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت

الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا

تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہونگے

لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥

انکے دشمن اور ہونگے ان کے پوجنے سے منکر